حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ
الفرقان۔ لکھنؤ

مرزائی علم کلام کے دو اہم مسائل

تکفیر اہلِ قبلہ ــــ اور ــــ نزولِ مسیح

ــــ کا عالمانہ تجزیہ ــــ

بحمداللہ قادیانیت کا قطعی فیصلہ ہوچکا ہے۔ اور آئین کی رو سے بھی اب قادیانی جماعت ملتِ مسلمہ سے الگ جماعت قرار پاچکی ہے۔ ضرورت اب اس بات کی ہے کہ جو لوگ قادیانیوں کی علمی دجل و تلبیس اور مغالطوں کا شکار ہوکر اس دامِ تزویر میں پھنس چکے ہیں علمی اور فکری لحاظ سے ان کی اصلاح کی سعی کی جائے اور ان دلائل کا جو درحقیقت دسیسہ کاری اور تلبیس پر مبنی ہوتی ہیں کا عالمانہ تجزیہ کیا جائے۔ جسے مرزائی علم کلام میں پیش کیا جاتا ہے۔ یا ان کے بعض نام نہاد ہمدرد "روشن خیال" یا "دانشوروں" کے ایک طبقہ کی طرف سے مرزائی وکالت میں اب تک سامنے آچکے ہیں۔ شاید علمی اور تبلیغی انداز کے ایسے مضامین سے متلاشیانِ حق مرزائی حضرات پر حق واضح ہوجائے۔ حال ہی میں بھارت کے مشہور و ممتاز عالم و فاضل شخصیت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہٗ لکھنؤ کے قلم سے ایسے ہی ایک "دانشور" کے اٹھائے گئے نکات میں مرزائی علم کلام کے دو اہم مسائل تکفیر اہل قبلہ اور نزول مسیح پر سیر حاصل بحث آچکی ہے جسے ہم الحق میں پیش کررہے ہیں۔

ــــ (ادارہ) ــــ

قادیانیوں کی تکفیر ہی سے متعلق ایک آخری بات زیرِ بحث مضمون[1] میں یہ کہی گئی ہے کہ وہ اہل قبلہ ہیں اور اہلِ قبلہ کی تکفیر سے منع فرمایا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں امام غزالیؒ کی کتاب "التفرقۃ" کی ایک عبارت بھی نقل کی گئی ہے۔ ہم وہ عبارت اور اس کا ترجمہ اس مضمون ہی سے نقل کرتے ہیں۔

---

[1] مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کے گرامی نامہ سے معلوم ہوا کہ اب مضمون نگار فاضل بلیط صاحب نے اپنے خیالات سے رجوع فرمالیا ہے۔ "س"

اما الوصية فان تكف لسانك عن اهل القبلة ما امكنك ما داموا قائلين لا اله الا الله محمد رسول الله غير مناقضين لها والمناقضة تجويزهم الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم بعذر او بغير عذر فان التكفير فيه خطر والسكوت لا خطر فيه۔

میری وصیت یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اہل قبلہ کی تکفیر سے زبان بند رکھو جب تک کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہوں، بشرطیکہ وہ اس کلمہ کی مخالفت نہ کریں اور مخالفت کا مطلب یہ ہے کہ وہ کسی عذر یا بغیر عذر کے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلائیں، کیونکہ ایسے لوگوں کی تکفیر خطرہ سے خالی نہیں، اگر سکوت اختیار کر لیا جائے تو پھر کوئی خطرہ نہیں۔

(التفرقہ بین الاسلام والزندقہ ص۵۶)

راقم سطور عرض کرتا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر میں احتیاط اور کفّ لسان کی جو وصیت اور ہدایت امام غزالیؒ نے "التفرقہ" کی اس عبارت میں فرمائی ہے۔ یہی ہدایت ان سے بہت پہلے ان سے بڑے ائمہ حضرت امام ابو حنیفہ جیسے حضرات نے بھی فرمائی ہے۔ "شرح فقہ اکبر" میں منتقیٰ کے حوالہ سے علّامہ علی قاری نے نقل کیا ہے۔

عن ابی حنیفة لانکفّر احداً من اهل القبلة وعليه اکثر الفقهاء۔ (ص۱۸۱)

امام ابو حنیفہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی بھی تکفیر نہیں کرتے اور یہی مسلک اکثر فقہاء کا ہے۔

اور اسی "شرح فقہ اکبر" میں "شرح مواقف" کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے۔

انّ جمهور المتکلمين والفقهاء على انّه لا يکفّر احدٌ من اهل القبلة۔ (ص۱۸۶)

جمہور متکلمین اور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی بھی تکفیر نہ کی جائے۔

کاش یہ لوگ جو قادیانیوں کی تکفیر کے مسئلہ میں ائمہ اور مصنفین کی ایسی عبارتوں کی بنیاد پر اہل قبلہ کی بحث چھیڑتے ہیں، اس پر غور کرتے، کہ ان عبارتوں میں اہل قبلہ سے کیا مراد ہے؟ ــــ ظاہر ہے کہ لغوی اور لفظی معنیٰ کے لحاظ سے تو ہر وہ شخص اہل قبلہ ہے جو مکہ مکرمہ میں واقع کعبہ کو بیت اللہ اور قبلہ مانتا ہو۔ تو اگر اس لفظ کا یہی مطلب ہو تو ابو جہل وغیرہ سارے مشرکین عرب اہل قبلہ تھے ــ عربوں کی تاریخ اور ان کے حالات سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ سارے مشرکین

عرب کعبہ کو بیت اللہ اور قبلہ مانتے تھے۔ اور اسی بنا پر اس کی تقدیس کے قائل تھے۔ اس کا طواف کرتے تھے۔ اپنے طریقہ پر حج اور عمرہ بھی کرتے تھے۔ تو اگر اہل قبلہ کا مطلب یہی ہو تو پھر تو ابوجہل، ابولہب وغیرہ مشرکین عرب کو بھی کافر ماننے کی گنجائش نہ ہوگی۔

دراصل "اہل قبلہ" ایک خاص دینی اور علمی اصطلاح ہے، عقائد اور فقہ کی کتابوں میں تکفیر کی بحث میں یہ لفظ (اہل قبلہ) عام طور سے استعمال ہوتا ہے۔ اور ان ہی کتابوں میں یہ وضاحت بھی کی گئی ہے۔ کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو توحید و رسالت، قیامت وغیرہ ایمانیات پر یقین رکھتے ہوں اور کسی ایسی دینی حقیقت کے منکر نہ ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے قطعی اور یقینی طریقہ پر ثابت ہو جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو۔ (علماء اور مصنفین کی اصطلاح میں ایسی چیزوں کو ضروریات دین کہا جاتا ہے۔) پس اگر کوئی شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک بات کا بھی منکر ہے ـــ مثلاً قرآن پاک کے کتاب اللہ ہونے کا یا قیامت اور حشر و نشر کا یا پانچ وقت کی نماز کی فرضیت کا یا ایسی کسی بھی دینی بات کا انکار کرتا ہے۔ تو وہ اہل قبلہ میں سے نہیں ہے۔

وہی شرح فقہ اکبر جس کے حوالہ سے اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کے بارے میں حضرت امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کی ہدایتیں اوپر نقل کی گئی ہیں اسی میں، اسی مقام پر اہل قبلہ کی مندرجہ ذیل تشریح کی گئی ہے۔

اعلم ان المراد باھل القبلۃ الذین اتفقوا علی ما ھو من ضروریات الدین کحدوث العالم وحشر الاجساد وعلم اللہ تعالٰی بالکلیات والجزئیات وما اشبہ ذلک من المسائل المھمات فمن واظب طول عمرہ علی الطاعات والعبادات مع اعتقاد قدم العالم او نفی الحشر او نفی علمہ سبحانہ بالجزئیات لا یکون من اھل القبلۃ (شرح فقہ اکبر ص۱۸۷)

اور تمہیں یہ بات جان لینی چاہئے کہ اہل قبلہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو تمام ضروریات دین سے متفق ہوں۔ جیسے عالم کا حادث ہونا اور قیامت میں جسمانی حشر ہونا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کو کلیات وجزئیات سب کا علم ہے اور ان جیسے تمام اہم مسئلے (جو ضروریات دین میں شامل ہیں) پس جو شخص ساری عمر نیکیوں اور عبادتوں میں مشغول رہے اور اسی کیساتھ یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ عالم حادث نہیں قدیم ہے یا یہ کہ حشر جسمانی نہیں ہوگا یا یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا علم نہیں ہے تو وہ اہل قبلہ میں سے نہ ہوگا۔

اس عبارت سے یہ بات صاف ہوگئی کہ جو شخص کسی ایسی بات کا انکار کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے قطعی یقینی طریقہ سے ثابت ہو جس میں شک وشبہ کی قطعاً گنجائش نہ ہو وہ اہل قبلہ میں سے نہیں ہے۔ اس کو کافر مرتد قرار دیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جو ائمہ اور مصنفین یہ کہتے ہیں کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے، وہ سب یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص قیامت اور آخرت کا منکر ہو یا قرآن کے کتاب اللہ ہونے سے انکار کرے یا نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی فرضیت کا منکر ہو یا اللہ پاک کی شان میں صریح گستاخی اور بدزبانی کرے وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ چاہے وہ اپنے کو مسلمان کہتا ہو اور کعبہ کو قبلہ مانتا ہو۔ عقائد اور فقہ کی تمام کتابوں میں یہ تصریحات دیکھی جا سکتی ہیں۔

خود امام غزالیؒ نے جن کی کتاب "التفرقہ" سے فارقلیط صاحب کے مضمون میں وہ عبارت نقل کی گئی ہے۔ جو اوپر درج کی گئی (جس میں امام ممدوح نے اہل قبلہ کی تکفیر سے کفِ لسان کی وصیت فرمائی ہے۔) اپنی اسی کتاب التفرقہ میں اسی مسئلہ تکفیر پر بحث کرتے ہوئے وصیت والی مندرجہ بالا عبارت سے پہلے اور بعد میں واضح طور پر لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسی بات کا انکار کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ اگرچہ اس کا انکار تاویل کے ساتھ ہو ـــــ اسی بنیاد پر وہ مسلمانوں میں سے اُن فلاسفہ کو کافر قرار دیتے ہیں جو اس کے قائل تھے کہ قیامت میں حشر جسموں کے ساتھ نہیں ہوگا بلکہ معاملہ صرف روحانی ہوگا۔ اور آخرت میں عذاب اس دنیا کی تکلیفوں کی طرح حسی نہیں ہوگا۔ اس سلسلہ میں امام غزالیؒ کی اسی کتاب "التفرقہ" ہی کی چند عبارتیں فارقلیط صاحب اور ان کے "دانشوروں" کی خدمت میں پیش ہیں۔

امام غزالیؒ نے التفرقہ میں تاویل کی بحث کی ہے اور بتلایا ہے کہ بعض تاویلیں ایسی ہوتی ہیں جنکی بنا پر تاویل کرنے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ بلکہ اس کو خاطی یا بدعتی قرار دیا جائے گا۔ اور بعض تاویلیں ایسی ہوتی ہیں جو موجب کفر ہوتی ہیں اور جو لوگ اس طرح کی تاویلیں کریں گے ان کو کافر قرار دیا جائے گا ـــــ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

واما ما یتعلق من ھذا الجنس باصول العقائد المھمۃ فیجب تکفیر من یغیر الظاھر بغیر برھان قاطع کالذی ینکر حشر الاجساد وینکر العقوبات الحسیۃ فی الاخرۃ	اور ان تاویلوں میں سے جن کا تعلق اہم بنیادی عقائد سے ہو تو ایسے لوگوں کی تکفیر واجب ہوگی جو کسی قطعی دلیل کے بغیر نصوص کے ظاہری معنیٰ میں تاویل کے ذریعہ تبدیلی کریں جیسے کہ وہ لوگ جو کسی قطعی دلیل کے بغیر محض اپنے

یظنون واوھام واستبعادات من غیر برھان قاطع فیجب تکفیرہ قطعاً ..... وھو مذھب اکثر الفلاسفۃ۔ (التفرقۃ ص۵۳)

اوہام اور خیالات اور استبعادات کی بنا پر (قیامت میں) حشر اجساد (جسمانی حشر کا) (اور آخرت میں) حسی عقوبتوں کا انکار کرتے ہیں تو ایسے لوگوں کی تکفیر واجب ہے اور یہ بات قطعی اور یقینی ہے .... اور یہ اکثر فلاسفہ کا مذہب ہے۔

امام غزالیؒ نے اس عبارت میں جن فلاسفہ کی تکفیر کو واجب اور قطعی قرار دیا ہے وہ اپنے کو مسلمان ہی کہتے تھے اور کعبہ کو قبلہ بھی مانتے تھے۔

فارقلیط صاحب نے اپنے مضمون میں امام غزالیؒ کی جو عبارت اور وصیت "التفرقہ" ص۵۶ سے نقل کی ہے اسی صفحہ پر اس عبارت سے بالکل متصل یہ عبارت ہے۔

واما القانون فھو ان تعلم ان النظریات قسمان قسم یتعلق باصول القواعد وقسم یتعلق بالفروع واصول الایمان ثلاثۃ الایمان باللہ وبرسولہ وبالیوم الاخر وما عداہ فروع و اعلم انہ لاتکفیر فی الفروع اصلاً الا فی مسألۃ واحدۃ وھی ان ینکر اصلاً دینیاً علم من الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بالتواتر لکن فی بعضھا تخطئۃ کما فی الفقھیات وفی بعضھا تبدیع کالخطاء المتعلق بالامامۃ واحوال الصحابۃ (التفرقۃ ص۵۶،۵۷)

اور تکفیر کے بارے میں شرعی قانون کی تفصیل یہ ہے کہ نظریات (عقائد و خیالات) دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جن کا تعلق بنیادی عقائد سے ہو اور دوسرے وہ جن کا تعلق بنیادی عقائد سے نہیں بلکہ فروع سے ہو اور بنیادی عقائد تین ہیں۔ اللہ پر ایمان، اس کے رسول پر ایمان، یوم آخرت پر ایمان اور ان تین کے سوا جو عقائد ہیں ان کو فروع کہا جائے گا اور معلوم ہونا چاہیئے کہ فروعی عقائد میں سے کسی کے انکار کی وجہ سے ہم تکفیر بالکل نہیں کریں گے۔ لیکن اس ایک صورت میں فروع میں بھی تکفیر کی جائے گی جبکہ کوئی شخص کسی ایسی دینی حقیقت کا انکار کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے مگر ان میں سے بعض صورتوں میں اس شخص کو خاطی قرار دیا جائے گا۔ جیسا کہ فقہیات میں اور بعض صورتوں میں متبدع قرار دیا جائے گا۔ جیسا کہ (شیعوں کے) غلط خیالات ہیں۔ مسئلہ امامت کے بارے میں اور صحابہ کرام کے احوال کے بارے میں (تو ان کی بناء پر ان کو بدعتی قرار دیا جائیگا۔)

آگے فرماتے ہیں کہ قاعدہ کلیّہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص ایسی بات کہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی کسی بات کی تکذیب ہوتی ہو تو اس کی تکفیر واجب ہوگی اگرچہ وہ بات دین کے بنیادی اور اساسی عقائد سے متعلق نہ ہو بلکہ فروع سے متعلق ہو۔ کتاب کے اصل الفاظ یہ ہیں :

ومهما وجد التكذيب وجب التكفير وان كان في الفروع ۔ (التفرقة ص۵۲)

اور جب بھی تکذیب کی صورت پائی جائے گی تو تکفیر واجب ہوگی اگرچہ اس کا تعلق کسی فروعی مسئلہ سے ہو۔

پھر امام غزالیؒ نے اس کی دو مثالیں بھی دی ہیں۔ ہم ان میں سے صرف دوسری مثال ذکر کرتے ہیں کیونکہ وہ ناظرین کے لئے سہل الفہم ہے اور بعض ایسے بدبخت اس کے قائل ہوئے ہیں جو اپنے کو مسلمان کہتے اور سمجھتے تھے اور کعبہ کو قبلہ بھی مانتے تھے ـــــ امام غزالیؒ کے الفاظ میں مثال یہ ہے ـــــ۔

وكذالك من نسب عائشة رضي الله عنها الى الفاحشة وقد نزل القرآن ببراءتها فهو كافر لان هذا وامثاله لايمكن الا بتكذيب الرسول او انكار التواتر (ص۵۶)

اور ایسے ہی اس بدبخت شخص کی تکفیر واجب ہے جو حضرت عائشہ صدیقہؓ کیطرف فاحشہ (بدکاری) کی نسبت کرے (معاذ اللہ) حالانکہ قرآن مجید نے ان کی برأت کی ہے کیونکہ یہ اور اس طرح کی دوسری گمراہانہ باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب یا تواتر کے انکار کے بغیر ممکن نہیں۔

واضح رہے کہ امام غزالیؒ نے یہ مثال اس کی دی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسے مسئلہ میں جس کا تعلق اسلام کے بنیادی عقائد سے نہ ہو بلکہ فروع سے ہو ایسی بات کہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہوتی ہو اور جو بات آپ سے تواتر کے ساتھ یقینی اور قطعی طریقہ پر ثابت ہے اس کا انکار ہوتا ہو تو اس کو کافر کہا جائے گا۔ حضرت صدیقہ پر تہمت کا مسئلہ اسی کی مثال ہے۔

پھر منقولۂ بالا عبارت کے چند سطر بعد ارقام فرماتے ہیں :

واما الاصول الثلاثة وكل مالم يحتمل التأويل في نفسه وتواتر نقله ولم يتصور ان يقوم برهان

اور دین کے تینوں بنیادی عقائد (ایمان باللہ، ایمان بالرسول اور ایمان بالیوم الآخر) اور ہر وہ دینی بات جسمیں تاویل کا احتمال نہ ہو

علیٰ خلافه فمخالفته تکذیب محض ومثاله ما ذکرناه من حشر الاجساد والجنّة والنّار (التفرقه ص۵۹)	اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہو اور اس کے خلاف کسی برہان (قطعی دلیل) کا قائم ہونا متصوّر نہ ہو تو اس سے اختلاف کرنا تکذیب کے سوا

کچھ نہیں اور اس کی مثالیں وہ ہیں جو ہم نے ذکر کیں یعنی حشر اجساد اور جنّت و دوزخ۔

پھر اس کے اگلے صفحہ پر بحث کو ختم کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

ولابد من التنبیه علیٰ قاعدة اخریٰ وهو ان المخالف قد یخالف نصاً متواترا ویزعم انّهٗ مؤوّل ولکن ذکر تاویله لا انقداح له اصلاً فی اللّسان لاعلیٰ بعد ولا علیٰ قرب فذلك کفر وصاحبه مکذّب وان کان یزعم انّه مؤوّل۔ (التفرقه ص۶۱)	اور ایک دوسرا قاعدہ کلیّہ ہے ناظرین کو اس سے آگاہ کرنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص دین کی ایسی منصوص بات سے اختلاف کرتا ہے۔ جو تواتر سے ثابت ہے اور اس کا اپنا خیال یہ ہوتا ہے کہ وہ (اس نص کا منکر نہیں ہے بلکہ) اس کی صرف تاویل کرتا ہے مگر جو تاویل وہ پیش کرتا ہے وہ لغت اور زبان کے لحاظ سے چلنے والی بالکل

نہیں ہوتی، نہ بعید نہ قریب تو اس شخص کا یہ رویہ کفر ہے اور وہ آدمی دراصل مکذب (حضورؐ کو جھٹلانے والا) ہے۔ اگرچہ اس کا گمان اور خیال یہ ہے کہ میں منکر نہیں ہوں۔ بلکہ صرف تاویل کرنیوالا ہوں۔

کیا امام غزالیؒ کی اسی کتاب "التفرقہ" کی اور اسی بحث تکفیر کی ان واضح عبارتوں کے بعد کسی کو یہ شبہ رہ سکتا ہے کہ ان کی اس وصیّت کا (جس کو فار قلیط صاحب نے "التفرقہ" ہی کے حوالہ سے نقل کیا ہے) یہ مطلب ہے کہ جو کوئی اپنے کو مسلمان کہے، اور کلمہ پڑھے، اور کعبہ کو قبلہ مانے پھر خواہ اس کے عقائد کچھ بھی ہوں اور دینی حقائق کی وہ کیسی ہی تاویل اور تحریف کرے اس کی تکفیر نہ کی جائے ـــــ ظاہر ہے کہ امام غزالیؒ کی "التفرقہ" ہی کی مندرجہ بالا عبارتیں دیکھنے کے بعد کوئی شخص ان پر یہ تہمت نہیں لگا سکتا ـــــ امام غزالیؒ تو دین کے مسلّم عالم اور عارف ہیں۔ ایسی جاہلانہ بات تو ایسا کوئی شخص نہیں کرسکتا جو دین کی الف ب بھی جانتا ہو۔

قرآن مجید میں یہ واقعہ صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کچھ ایسے لوگوں نے جو ایمان لا چکے تھے، قبلہ کیطرف منہ کر کے نماز بھی پڑھتے تھے، کوئی کافرانہ بات کہی جس کی اطلاع حضورؐ کو ہوگئی جب ان سے پوچھ گچھ کی گئی تو انہوں نے یہ تاویل اور معذرت کی کہ ہم نے یہ بات دل سے اور سنجیدگی سے نہیں کہی تھی بلکہ ہنسی مذاق میں کہی تھی، ان کے بارے میں قرآن مجید سورۂ توبہ کی آیت ۶۶ نازل ہوئی جس میں حضورؐ کو حکم دیا گیا کہ "ان بدبختوں سے صاف فرما دیجئے کہ حیلے بہانے مت کرو تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے" (قُلْ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ) اور اسی سورۂ توبہ میں بعض ایسے لوگوں کے بارے میں جو حضورؐ کے زمانے میں اسلام قبول کر چکے تھے، مسلمانوں میں شامل تھے اور قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز بھی پڑھتے تھے، بیان فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے کوئی کافرانہ بات کہی اور اس بنا پر وہ دائرۂ اسلام سے خارج اور کافر قرار پائے۔ (لَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ ـــ سورۂ توبہ آیت ۷۴)

قرآن مجید کی یہ آیتیں ناطق ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے کو مسلمان کہے، کلمہ پڑھے، کعبہ کو قبلہ مانے، اسی کے ساتھ کوئی کافرانہ بات کرے یا کافرانہ عقیدہ کا اظہار کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہے۔ یہی امت کا اجماعی عقیدہ ہے ـــ ہاں یہ کہنا صحیح ہوگا کہ جو شخص اپنے کو مسلمان کہے اور کلمہ گو ہو ہم اسے مسلمان مانیں گے جب تک کہ اس کی کوئی کافرانہ بات یا کافرانہ عقیدہ علم میں نہ آئے۔

اس کے بعد گذارش ہے کہ علماء کی طرف سے قادیانیوں کی تکفیر کی سب سے بڑی بنیاد یہ ہے کہ مرزا غلام احمد نے ایسے صاف صریح الفاظ میں جن میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں نبوت کا دعویٰ کیا ہے، اور جو لوگ اس دعوے کی فضول تاویلیں کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کے فرزند اور خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے خود مرزا صاحب کی عبارتیں پیش کر کے ان سب کی جڑ کاٹ دی ہے۔ اور ناقابلِ تردید طریقہ پر ثابت کر دیا ہے کہ مرزا صاحب اسی معنیٰ میں نبوت و رسالت کے مدعی ہیں جو شریعت میں اس کے معروف معنی ہیں اور وہ ویسے ہی نبی ہیں جیسے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ وغیرہ اگلے انبیاء علیہم السلام تھے اور ان کے نہ ماننے والے اسی طرح کافر اور لعنتی ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء سابقین کے نہ ماننے والے کافر اور لعنتی ہیں۔

مرزا صاحب اور مرزا محمود صاحب کی اس سلسلہ کی عبارتیں راقم سطور کے اس مضمون میں دیکھی جا

جاسکتی ہیں جو "قادیانی مسلمان کیوں نہیں ؟" کے عنوان سے ایک ہی مہینہ پہلے "الفرقان" کے اکتوبر کے شمارہ میں شائع ہوا ہے۔ اسی لئے یہاں ہم نے ان عبارتوں کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی ——

بہرحال مرزا صاحب اور ان کی امت کی تکفیر کی اوّل بنیاد یہ ہے کہ وہ مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی وغیرہ مدعیانِ نبوت کی طرح نبوت و رسالت کے مدعی ہیں اور ختم نبوت سے متعلق قرآن و حدیث کے متواتر اور قطعی نصوص کی ایسی مہمل تاویلیں کرتے ہیں جو حقیقتاً تکذیب اور تحریف ہیں، اس لئے شریعت اور علماء شریعت کی نگاہ میں ان کا مقام وہی ہے جو مسیلمہ کذاب وغیرہ مدعیان نبوت اور ان کے امتیوں کا قرار پایا تھا۔

نزول مسیح کا مسئلہ | فارقلیط صاحب کے زیر بحث مضمون میں نزول مسیح کے مسئلہ پر بھی ایک نئے انداز میں گفتگو کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ کہی گئی ہے کہ نزول مسیح کا عقیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے منافی ہے۔ کیونکہ اگر اخیر زمانہ میں عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوا (اور وہ اللہ کے نبی ہیں) تو خاتم النبیین اور آخری نبی حضورؐ نہیں ہوئے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔

دوسری بات اس سلسلہ میں یہ کہی گئی ہے کہ نزول مسیح کا عقیدہ غیر قرآنی ہے، قرآن مجید میں کہیں اس کا ذکر نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تبلاکر قرآن نے اس عقیدہ کو رد کر دیا ہے۔

تیسری بات یہ کہی گئی ہے کہ حدیث کی موجودہ کتابوں میں امام مالکؒ کی "موطا" سب سے پہلی کتاب ہے جو صحیح بخاری وغیرہ سے بھی مقدم ہے اس میں کوئی حدیث نزول مسیح کی نہیں ہے لہذا وہ سب حدیثیں جن میں آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ کا آنا بیان کیا گیا ہے۔ ناقابل اعتبار ہیں اور سمجھنا چاہئے کہ عیسائیوں نے محدثین کو دھوکہ دے کر یہ حدیثیں ان کی کتابوں میں درج کرا دی ہیں۔

چونکہ ہمارا یہ مضمون اختصار کی کوشش کے باوجود بہت طویل ہو گیا اس لئے نزول مسیح سے متعلق اس آخری بحث میں ہم صرف ضروری اشارات کریں گے امید ہے کہ ناظرین کی تشفی کے لئے انشاء اللہ وہی کافی ہوں گے —— جو تین باتیں اس سلسلہ میں مضمون میں کہی گئی ہیں ہم ان پر ترتیب وار گفتگو کرتے ہیں۔

۱۔ یہ بات کہ نزولِ مسیح کا عقیدہ حضورؐ کے خاتم النبیین ہونے کے منافی ہے وہی شخص کہہ گا

جو عربی زبان اور محاورات سے بالکل ناواقف ہو، عربی لغت اور محاورے کے لحاظ سے خاتم النبیین اور آخر النبیین اس کو کہا جائے گا جس کو منصب نبوت پر سب سے آخر میں فائز کیا جائے اور اس کے بعد کسی کو یہ منصب نہ دیا جائے، اور بلاشبہ یہ مقام سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے۔ آپ کو نبوت سب نبیوں کے بعد دی گئی اور نبی بنائے جانے کا سلسلہ آپ پر ختم کر دیا گیا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس دنیا میں دوبارہ آمد (جیسا کہ امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے) ہرگز حضورؐ کے خاتم النبیین ہونے کے منافی نہیں، کیونکہ ان کو تو نبوت حضورؐ کی پیدائش سے بھی قریباً پانچسو برس پہلے دی گئی تھی، پس ان کا بحکم خداوندی حضورؐ کے بعد تک زندہ رہنا اور دوبارہ اس دنیا میں آنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع ہو کر آنا (جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے۔ اور امت محمدیہ کا عقیدہ ہے۔) ہرگز حضورؐ کے خاتم النبیین اور آخر النبیین ہونے کے منافی نہیں ــــ مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ کسی شخص کی "خاتم الاولاد" یا "آخر الاولاد" عربی محاورے کے لحاظ سے اس کو کہا جائے گا جو اپنے سب بہن بھائیوں کے بعد اور آخر میں پیدا ہوا اگرچہ اس سے پہلے پیدا ہونے والے اس کے بہن بھائی اس کے بعد تک زندہ رہیں ــــ اس کی ایک واقعی مثال یہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ کے چار صاحبزادے تھے، شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ رفیع الدینؒ، شاہ عبدالقادرؒ اور شاہ عبدالغنیؒ۔ ان میں سب سے چھوٹے شاہ عبدالغنی تھے، لیکن انتقال ان کا سب سے پہلے ہوا۔ اور شاہ عبدالعزیزؒ سب سے بڑے تھے مگر انتقال سب کے بعد میں ہوا۔

تو شاہ ولی اللہؒ کی خاتم الاولاد اور آخر الاولاد شاہ عبدالغنی ہی کو کہا جائے گا۔ اگرچہ شاہ عبدالعزیز ان کے بہت بعد تک زندہ رہے۔ یہ بات ہر وہ شخص جانتا ہے جس کو عربی لغت و محاورات سے کچھ بھی واقفیت ہے ــــ اور تفسیر کی کتابوں میں بھی خاتم النبیین کی تفسیر و تشریح میں یہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبی نہیں بنایا جائے گا۔ (لاینبأ بعدہ نبی) ملاحظہ ہو تفسیر کشاف، مدارک التنزیل، روح المعانی وغیرہ، تفسیر سورۂ احزاب۔

۲۔ رہی یہ بات کہ نزول مسیح کا ذکر چونکہ قرآن مجید میں نہیں کیا گیا ہے اس لئے یہ عقیدہ غلط اور غیر قرآنی ہے۔ تو اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو یہ عرض کرنا ہے کہ کیا یہ "دانشور صاحبان" دین سے اتنے ناواقف ہیں کہ یہ بھی نہیں جانتے کہ دین کی بہت سی ایسی اہم اور بنیادی باتیں ہیں جن کے بغیر اسلام اور اسلامی زندگی کا تصور بھی نہیں جانتے کہ دین کی بہت سی ایسی اہم اور بنیادی باتیں ہیں جن کے بغیر اسلام اور اسلامی زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا اور قرآن پاک میں ان کا کہیں ذکر نہیں ہے ــــ مثلاً

سب جانتے ہیں کہ پانچ وقت کی نماز اسلام میں فرض ہے۔ اور توحید و رسالت کی شہادت کے بعد وہ اسلام کا دوسرا رکن ہے۔ لیکن قرآن مجید میں کہیں بھی صراحتاً پانچ وقت کی نماز کا ذکر نہیں، نہ قرآن میں یہ بتلایا گیا کہ کس وقت کی نماز میں کتنی رکعتیں اور کتنے رکوع اور کتنے سجدے ہیں۔ اسی طرح قرآن میں اس کا بھی ذکر نہیں کہ زکوٰۃ کس حساب سے ادا کی جائے، یہ سب باتیں حدیثوں سے اور امت کے اجماع اور عملی تواتر سے معلوم ہوتی ہیں، تو کیا ان سب دینی حقیقتوں کو غیر قرآنی کہہ کر ان کا انکار کر دیا جائے گا؟

یہ گفتگو تو یہ فرض کر کے کی گئی ہے کہ قرآن مجید میں نزول مسیح کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ قرآن پاک کی متعدد آیتوں میں اس کی اطلاع دی گئی ہے۔ لیکن یہ بحث ضمنی طور پر اور اختصار کے ساتھ نہیں کی جا سکتی ــــ انشاء اللہ آئندہ دوسری صحبت میں اس پر مستقل گفتگو کی جائے گی۔ اسوقت اس سلسلہ میں ہم صرف اتنا عرض کرنے پر اکتفا کریں گے کہ ناظرین میں سے جو حضرات عربی داں ہوں وہ امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کی تصنیف "عقیدۃ الاسلام" کا مطالعہ کریں اور جو حضرات صرف اردو سے استفادہ کر سکتے ہوں وہ حضرت مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ کی "شہادۃ القرآن" دیکھیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو فہم سلیم کی نعمت سے محروم نہیں کیا ہے۔ وہ ان کتابوں کے مطالعہ سے یہ اطمینان حاصل کر لیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیسیوں ارشادات میں حضرت مسیح کی دوبارہ آمد کی جو اطلاع دی ہے۔ جو آپ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے[1] اور جو امت کا اجماعی عقیدہ رہا ہے اس کی بنیاد قرآن مجید ہی میں ہے۔

۳۔ رہی یہ آخری بات کہ امام مالک کی مؤطا میں نزول مسیح کے بارے میں کوئی حدیث نہیں ہے۔ اور یہ اس کی دلیل ہے کہ صحیح بخاری صحیح مسلم وغیرہ حدیث کی سینکڑوں کتابوں میں نزول مسیح سے متعلق جو کثیر التعداد حدیثیں ہیں وہ سب ناقابل اعتبار ہیں کیونکہ اگر یہ حدیثیں صحیح ہوتیں تو امام مالکؒ کو بھی پہنچی ہوتیں اور ان کی مؤطا میں درج ہوتیں۔

فارقلیط صاحب کے ان دانشوروں کی یہ آخری بات اس کی دلیل ہے کہ یہ بیچارے امام مالکؒ کی جس مؤطا کے بارے میں بات کر رہے ہیں اس کی نوعیت سے یہ بالکل ناواقف ہیں وہ یہ سمجھ رہے

---

[1] امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ نے اپنے عربی رسالہ "التصریح بما تواتر فی نزول المسیح" میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریباً چالیس[2] ارشادات جمع فرما دئے ہیں۔ جن میں آپ نے مختلف عنوانات سے آخر زمانہ میں حضرت مسیح کے نزول کی اطلاع دی ہے۔

ہیں۔ کہ امام مالکؒ کو جتنی حدیثیں پہنچی تھیں وہ سب مؤطا میں درج ہیں اور جو حدیثیں مؤطا میں نہیں ہیں وہ امام مالکؒ کو پہنچی ہی نہیں یا امامؒ نے ان کو صحیح نہیں سمجھا لہٰذا وہ سب ناقابلِ اعتبار ہیں ـــــ حدیث کا فن تو بڑی چیز ہے ۔ جو لوگ امام مالکؒ سے اور حدیث کی مؤطا جیسی متداول کتاب سے بھی اتنے نابلد اور ناواقف ہوں حیرت ہے کہ وہ کیوں ان مباحث و مسائل میں دخل دینے کی جرأت کرتے ہیں ـــــ جس کسی نے مؤطا دیکھی ہے وہ جانتا ہے کہ وہ کتب فقہ کیطرح صرف "اعمال" سے متعلق احادیث و آثار اور صحابہ و تابعین کے فتاوی کا ایک مختصر مجموعہ ہے ، چند حدیثیں اس میں اخلاق و آداب سے متعلق بھی ہیں ، اس کے متعلق یہ گمان کرنا کہ امام مالکؒ کا سارا علم حدیث اس میں آگیا ہے ۔ اور جو حدیث اس میں نہیں ہے ۔ وہ امام مالکؒ کے مقام سے انتہائی جہالت کی بات ہے ۔

مؤطا کا حال یہ ہے کہ اس میں ایمانیات و عقائد کا باب ہی نہیں ہے ۔ قیامت اور آخرت کے بارے میں جو حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ مروی ہیں ۔ مؤطا ان سے بھی بالکل خالی ہے ، تو کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح ہوگا کہ امام مالکؒ ایمانیات یا قیامت و آخرت سے متعلق حدیثوں سے ناواقف تھے یا یہ کہ انہوں نے ان تمام حدیثوں کو ناقابلِ اعتبار سمجھا ، ایسی بات وہی شخص سوچ سکتا ہے جو اس موضوع سے بالکل جاہل ہو ۔ دراصل مؤطا کا موضوع فقہ کی کتابوں کی طرح محدود ہے ، ایمانیات اور عقائد وغیرہ اس کا موضوع ہی نہیں ہے ۔

نزولِ مسیح کے مسئلہ سے متعلق فارقلیط صاحب کے مضمون میں جو تین اصولی باتیں لکھی گئی تھیں ، ناظرین کو معلوم ہو چکا کہ ان کی بنیاد عربی لغت و محاورات اور علوم دین سے جہالت و ناواقفیت پر ہے ـــــ ان کے علاوہ جو اور ضمنی باتیں اسی مسئلہ سے متعلق مضمون میں ذکر کی گئی ہیں ، خاص کر نزولِ مسیح سے متعلق حدیثِ نبوی کے پورے ذخیرہ کو مشکوک اور ناقابلِ اعتبار قرار دینے کے لئے جو جاہلانہ منطق استعمال کی گئی ہے ، انشاء اللہ اس کا پورا محاسبہ دوسری صحبت میں آئندہ کیا جائے گا ۔

فارقلیط صاحب کے ان " دانشوروں " کی اسی مسئلہ نزولِ مسیح کے سلسلہ کی ایک بات اور ذکر کر کے اس بحث کو ہم اس وقت ختم کرتے ہیں ، ناظرین کو اس آخری بات سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ لوگ جہالت و ناواقفیت کی کس سرحد پر ہیں ـــــ صحیح بخاری کی حدیثوں کو ناقابلِ اعتبار قرار دینے کے سلسلہ میں اس مضمون میں لکھا ہے کہ :

" حضرت امام ابو حنیفہؒ کے بارہ میں مذکور ہے کہ آپ نے حدیث کو رد کر کے قرآن

کے اعلان کو تسلیم کیا اور فرمایا کہ بخاری کی حدیث میں بجز راوی ہیں اگر ان کے جھوٹے ہونے سے خدا کے مقدس نبی حضرت ابراہیمؑ سچے ثابت ہوں تو راویوں کو جھوٹا قرار دینا ضروری ہے ۔۔۔۔“

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اِن ” دانشوروں “ (یا بوجھ بجھاکڑوں) کے نزدیک امام ابو حنیفہؒ امام بخاریؒ کے بعد کسی زمانہ میں ہوئے ہیں اور انہوں نے صحیح بخاری کی ایک حدیث کے راویوں کو جھوٹا قرار دیا ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ امام ابو حنیفہؒ کی وفات کے قریباً آدھی صدی بعد پیدا ہوئے۔ امام اعظم ابو حنیفہؒ کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی اور امام بخاریؒ ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔

آخر میں ہم پھر اپنی اس حیرت کا اظہار کرنے پر مجبور ہیں کہ فارقلیط صاحب نے علم و دانش سے ایسے خالی اور اتنے جاہل و بے خبر لوگوں کو ” دانشور “ کا معزز لقب دینا کیوں مناسب سمجھا اور ان کی ان بے سر و پا باتوں کو کیوں اس قابل سمجھا کہ ان کو مرتب کر کے شائع کرنے کی ذمہ داری خود قبول فرمائی، ہمارے نزدیک تو فارقلیط صاحب نے اپنے ساتھ یہ بڑی زیادتی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو تلافی کی توفیق دے! ویتوب اللہ علی من تاب۔

دیانتداری اور خدمت ہمارا شعار ہے
ہم اپنے ہزاروں کرم فرماؤں کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے
پستول مارکہ آٹا استعمال کر کے ہماری حوصلہ افزائی کی
نوشہرہ فلور ملز۔ جی ٹی روڈ۔ نوشہرہ فون نمبر ۱۲۶

پی ٹی سی مارکہ
پرزہ جات سائیکل
پاکستان میں سب سے اعلیٰ اور معیاری
بٹ سائیکل سٹور نیلا گنبد لاہور (فون ۶۵۳۰۹)

ترجمان اسلام۔ لاہور
بلوچستان کے بطل اسلام شہید ختم نبوت مولانا شمس الدین شہیدؒ کی یاد میں
ترجمان اسلام کا عظیم الشان خصوصی نمبر۔ صفحات ۳۲۔ قیمت ایک روپیہ
دفتر ترجمان اسلام۔ چوک رنگ محل۔ لاہور